www.KitaboSunnat.com

PDF Split DEMO : Purchase from www.A-PDF.com to remove the waterm

اور جب بنی آدم کہا جائے تو اس سے تمام نوع انسانی مراد ہوتی ہے۔

اور آدم یا بنی آدم کا استعمال جہاں کہیں بھی قرآن کریم میں مذکور ہے وہ انسان کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً آدم کی مٹی سے پیدائش، عہدالست، فرشتوں کا سجدہ کرنا۔ اس کا اشرف المخلوقات ہونا، شیطان کا آدم اور بنی آدم کو گمراہ کرنا اور اس کا خدا سے مکالمہ وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ بشر: کے بنیادی معنی کسی چیز کا حسن و جمال کے ساتھ ظہور ہے (م ل) جبکہ اُنس کے معنی محض ظہور کے ہیں۔ اَلْبَشَرَۃُ انسان کی جلد کی اُوپر کی سطح کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (۷۴/۲۹) دوزخ کی آگ جلد کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔

اور اس کی جمع بَشَرٌ اور اَبْشَارٌ آتی ہے اور انسان کو بشر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بمقابلہ دوسرے حیوانات کے اُون، پشم اور بالوں وغیرہ سے بہت حد تک پاک صاف ہوتی اور ظاہر دکھائی دیتی ہے۔ (مف)

بشر کا لفظ واحد، جمع، مذکر، مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ اس کی تثنیہ بَشَرَیْنِ ہے۔ جیسے فرمایا:

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (۲۳/۴۷) کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں؟

اور بشر کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب انسان کے طبعی اور مادی پہلو اس کی جسمانی بناوٹ فطری حوائج اور کمزوریوں کا ذکر کرنا مقصود ہو۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہے۔

اور بشر کے مقابلہ میں مَلَكٌ (بمعنی فرشتہ) کا لفظ ہے جو مادی پہلو، یعنی ظاہری جسم اور فطری حوائج سے یکسر پاک ہوتا ہے۔ کفار کا ہمیشہ یہی اعتراض رہا کہ ہم اپنے ہی جیسے ایک بشر جو ہماری طرح ہی پیدا ہوتا اور مرتا ہے، کھاتا پیتا، بازاروں میں چلتا پھرتا اور اپنی حاجات ہماری طرح ہی پوری کرتا ہے۔ تو اس میں آخر کیا فوقیت ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ ہاں اگر کوئی فرشتہ ہوتا، جو ان حوائج سے پاک ہوتا تو کوئی بات بھی تھی۔ درج ذیل آیات میں خدا تعالیٰ نے اسی اعتراض کا جواب دیا ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا۔ (۱۷/۹۴-۹۵)	اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا خدا نے آدمی کو پیغمبر بنا کے بھیجا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر فرشتے زمین میں آباد ہوتے جو چلتے پھرتے اور آرام کرتے تو ہم ان کے پاس آسمان سے فرشتہ ہی پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

ماحصل: جب انسان کے معاشرتی پہلو کا تذکرہ مقصود ہو تو انس اور اس کے مشتقات اور جب تاریخی پہلو کا ذکر ہو تو آدم اور بنی آدم اور جب اس کے طبعی اور فطری حوائج کا ذکر مقصود ہو تو بشر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶ــــ بادل

کے لیے سحاب، غمام، عارض، معصرات، مزن اور صیب کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ سحاب: (سحب بمعنی گھسیٹنا اور کھینچنا) بادل کے لیے اس کا استعمال عام ہے ف۔ل ۲۵۴) ہر قسم کے بادل کو سحاب کہہ لیتے ہیں تاہم اس لفظ کا اطلاق اس بادل پر ہوتا ہے جسے ہوائیں اٹھا کر آسمان پر پھیلا دیتی ہیں۔ گویا یہ ہر بادل کی ابتدائی شکل ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا (۳۵/۹) — اور خدا ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کو ابھارتی ہیں۔

۲۔ غمام: غم بمعنی ڈھانک لینا (منجد) اور غمام وہ بادل ہے جو تہہ بہ تہہ ہو کر گاڑھا ہو جائے اور سورج کی روشنی کو زمین تک آنے سے روک دے۔ (ف ل ۲۵۴) یعنی زمین پر سایہ فگن ہو جائے۔ قرآن میں ہے:

وَظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی (۲/۵۷) — اور ہم نے بادل کا تم پر سایہ کیے رکھا اور تمہارے لیے من و سلویٰ اتارتے رہے۔

۳۔ عارض: پھر جب گاڑھے اور پھیلے ہوئے بادل سے بوندا باندی بھی شروع ہو جائے تو وہ عارض ہے (ف ل ۲۵۴) قرآن میں ہے:

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۴۶/۲۴) — کہنے لگے یہ بادل تو ہم پر برس کر رہے گا (نہیں) بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے۔ یعنی آندھی جس میں درد دینے والا عذاب ہے۔

۴۔ معصرات: عصر: کے معنی کپڑے کو نچوڑنا اور (پھلوں وغیرہ سے رس) نچوڑنا۔ نیز عصر نکالے ہوئے رس کو بھی کہتے ہیں (م ل) اور اعصر القوم بمعنی قوم پر بارش برسایا جانا (منجد) اور معصرات "معصرۃ" کی جمع ہے یعنی ایسے بادل جو پانی سے لدے ہوئے اور برسنے والے ہوں، نچڑنے والے بادل۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا (۷۸/۱۴) اور ہم نے نچڑتے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔

۵۔ مزن: مزن بمعنی (مشک کو پانی وغیرہ سے) بھرنا اور ابن المزنۃ۔ بادلوں میں سے نمودار ہونے والے چاند کو کہتے ہیں (مف) اور مزن سفید اور چمکدار بادلوں کو کہتے ہیں (مف۔ فل ۲۵۵) اور حب المزن اولے کو (منجد) اور مزن بارش والے بادل کو (منجد) ارشاد باری ہے:

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (۵۶/۶۹) — کیا تم نے اس (پانی) کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں؟

۶۔ صیب: جو بادل سخت گرجدار ہو اسے صیب کہتے ہیں (فل ۲۵۵) جبکہ صاحب منتہی الادب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ (۵۵/۴۱) — گنہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لیے جائینگے تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیے جائیں گے۔

نیز دیکھیے "قدم"!

۹۔ پتھر

کے لیے حَجَر اور حِجَارَۃ، حَصَب اور سِجِّیل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَجَر: بمعنی سخت پتھر اور اس کی جمع اَحْجَار اور حِجَارَۃ آتی ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ (۲/۷۴) — اور کچھ پتھر ایسے بھی ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔

۲۔ حَصَب: بمعنی چھوٹے چھوٹے پتھر، کنکر اور حَاصِب اس تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو ایسی کنکریوں کو اڑائے پھرتی ہے۔ قرآن میں حَاصِب کا لفظ پتھروں، کنکروں کی بارش کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (۶۷/۱۷) — یا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر ہو گئے کہ وہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔

۳۔ سِجِّیل: بمعنی کنکر، سنگِ گل (مف۔ منجد) یعنی وہ نوکدار کنکریاں جس میں مٹی کی بھی آمیزش ہوتی ہے۔ اور وہ مٹی سے کنکریاں بن رہی ہوتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ (۱۱/۸۲) — تو جب ہمارا حکم آیا، ہم نے اس بستی کو (الٹ کر) اس کا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر پتھر کی تہ بہ تہ (یعنی پے در پے کنکریاں برسائیں۔

ماحصل: (۱) حجر: سخت اور بڑا پتھر۔

(۲) حصب: چھوٹی کنکریاں یا چھوٹے چھوٹے پتھر۔

(۳) سجّیل: بمعنی سنگِ گل۔ مٹی کی آمیزش والی نوکدار کنکریاں۔

۱۰۔ پچھلا

کے لیے دو الفاظ اٰخِر اور خَلْف آئے ہیں:

۱۔ اٰخِر: بعد کا۔ اوّل کی ضد۔ اس لفظ میں عمومیت ہے۔ ظرفِ زمان کے طور پر استعمال ہوتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (۵۶/۳۹-۴۰) — بہت سے اگلے لوگوں میں سے ہیں اور بہت سے پچھلوں میں سے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلٰی مُکْثٍ (۱۷/۱۰۶) — تاکہ آپ انھیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سنائیں۔ (تاکہ وُہ ساتھ ساتھ سمجھتے جائیں)

لیکن بعد میں یہ لفظ اپنی اصل کو چھوڑ کر لَبِثَ کا ہم معنی قرار پاگیا۔ جیسے قرآن میں ہے:

مَاکِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا (۱۸/۳) — وُہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے۔

۳۔ عَکَفَ: بمعنی تعظیماً کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا (مف) اور بمعنی گوشہ نشین ہونا، اپنی اصلاح کرنا اور خود کو باز رکھنا (م۔ل) یعنی کسی متبرک مقام پر بغرض عبادت ٹھہرنا اور رُکے رہنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ (۲/۱۸۷) — اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔

ماحصل: (۱) لبث: بہت طویل مدت تک ٹھہرنے کے لیے۔

(۲) مکث: کسی چیز کے انتظار میں ٹھہرنے کے لیے۔

(۳) عکف: کسی متبرک مقام پر بغرض عبادت ٹھہرنے کے لیے آتا ہے۔

نوٹ: سَکَنَ، خَلَدَ وغیرہ کے لیے دیکھیے ——— آباد ہونا۔

۶۔ ٹیلہ اور اُس کی اقسام

کے لیے رَبْوَۃ، اَمْتًا، حَدَب، رِیْع، اَحْقَاف اور نَجْد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَبْوَۃ: بمعنی جائے بلند جس میں نشیب و فراز ہو (م۔ل) ربا یربوا بمعنی بڑھنا اور پھلنا پھولنا۔ اور رَبْوَۃ سے مراد ایسی ریتلی زمین ہے جس کی سطح قدرے بلند ہو۔ یہ عموماً سرسبز اور شاداب ہوتی ہے (پنجابی میرا زمین) قرآن میں ہے:

کَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُکُلَهَا ضِعْفَیْنِ (۲/۲۶۵) — ایک باغ کی مانند، جو اونچی جگہ پر واقع ہو (جب) اس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھل لائے۔

۲۔ اَمْتًا: اونچان (م۔ق) ٹبہ چھوٹا ٹیلہ۔ بلند مقام (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (۲۰/۱۰۷) — جس میں نہ تم کجی (اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلہ اور بلندی۔

۳۔ حَدَب: کے لغوی معنی اُبھار اور کبڑا پن ہے۔ اور مجازاً بلند اور سخت زمین کو بھی کہتے ہیں جو اس شکل کی ہو (مف) یعنی ایسا ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو۔ (محدّب ضدّ مجوّف شیشے جو نزدیک اور دُور کی نظر کی کمزوری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور محدّب شیشہ کو عدسہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وُہ مسور کے دانوں کی شکل کی طرح دونوں طرف اُبھرا ہوا ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ (۲۱/۹۶) — یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج چھوڑ دیے جائیں اور وُہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

د

داخل ہونا ـــــــ کرنا

کے لیے دَخَلَ اور اَدْخَلَ۔ وَلَجَ اور اَوْلَجَ صَلَی اور صَلّٰی اور سَلَكَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ دَخَلَ: معروف لفظ ہے۔ اندر آنا (ضد خَرَجَ بمعنی باہر نکلنا) اور اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ (۱۲/۳۶) اور حضرت یوسفؑ کے ساتھ دو اور جوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے۔

اور داخل کرنا کے لیے اَدْخَلَ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ (۷۶/۳۱) اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔

۲۔ وَلَجَ: الولوج کسی تنگ جگہ میں داخل ہونے کو کہتے ہیں (مف) بمشکل داخل ہونا۔ گھسنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷/۴۰) وہ جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے تاآنکہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔

اور تنگ جگہ میں داخل کرنے یا گھسیڑنے کے لیے اَوْلَجَ استعمال ہوگا۔ ارشاد باری ہے:

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ (۲۲/۶۱) اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں۔

۳۔ صلی کا لفظ آگ میں داخل ہونے کے لیے مخصوص ہے۔ یعنی آگ میں داخل ہونا اور جلنا (مف) ارشادِ باری ہے:

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ (۱۴/۲۹) وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

اور آگ میں داخل کرنے یا جلانے کے لیے صَلّٰی کا استعمال ہوگا (مف) ارشادِ باری ہے:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ (۶۹/۳۱) اسے پکڑ لو۔ زنجیروں سے جکڑو پھر جہنم میں ڈال دو۔

۴۔ سَلَكَ: کا لفظ کئی معنوں میں اور لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور ان سب معنوں میں داخل ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ سامان

کے لیے عَرَض، مَتَاع، اَثَاث، رَحل، وِعَاء (وعی)، جَہَاز، زَاد (زود) اَسلِحَۃ، عُدَّۃ، نَعمَۃ، رِیش، بِضَاعَۃ، مَاعُون (معن) حِذر اور مَعَایِش کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ عَرَض: بمعنی ہر وُہ چیز جسے ثبات نہ ہو" (مف) اور بمعنی دنیا کے سامان میں سے ہر چیز عَرَض ہے (فل ۱۶) جب دنیا اور اس کے سرو سامان کی بے ثباتی اور ناپیداری کا پہلو نمایاں کرنا مقصود ہو تو عرض کا لفظ استعمال ہوگا، دنیائے دُون کے ہیچ قسم کے فائدے اور مال واسباب۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ (۴/۹۴)

اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دُنیا کی زندگانی کا فائدہ حاصل کرو، سو خدا کے نزدیک بہت سی غنیمتیں ہیں۔

۲۔ مَتَاع: (ج اَمْتِعَۃ) مَتَعَ بمعنی عرصہ دراز تک فائدہ اٹھانا (مف) اور مَتَاع ہر کارآمد چیز یا ہر چیز کا اتنا حصہ جو فائدہ دے سکے۔ فائدہ۔ استعمال۔ سامانِ دنیا سے بہرہ مند ہونا۔ جب سامانِ دُنیا اور اس سے فائدہ اٹھانے کا پہلو اُجاگر کرنا مقصود ہو تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (۲/۳۶)

اور تمہارے لیے زمین میں ایک مقررہ وقت تک ٹھکانا اور سامانِ زندگی ہے۔

۳۔ اَثَاث: اَثَاثَۃ کی جمع ہے مگر یہ عموماً جمع ہی استعمال ہوتا ہے اثاث البیت مشہور لفظ ہے بمعنی گھریلو سامان جو استعمال میں آرہا ہو۔ ضروریاتِ خانہ واری مثلاً برتن، چارپائی، کپڑے فرنیچر وغیرہ۔ یہ سب کچھ اثاث البیت میں شامل ہے۔ پھر یہ لفظ ہر قسم کے فراواں اور فالتو قسم کے مال پر بھی بولا جانے لگا۔ اور بمعنی فروخت خانہ اور کباڑ خانہ بھی استعمال ہوتا ہے (مف) نیز وہ جانور یا غلام جو کسی کی ملکیت اور ذاتی استعمال میں ہوں وُہ بھی اثاث البیت میں شامل ہیں۔ مثلاً گھوڑا، گائے اونٹ وغیرہ۔ (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَکَمْ اَہْلَکْنَا قَبْلَہُمْ مِّنْ قَرْنٍ ہُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْیًا (۱۹/۷۴)

ان سے پہلے ہم کئی امتیں ہلاک کر چکے ہیں جو سامان اور نمود کے لحاظ سے ان سے کہیں اچھے تھے۔

۴۔ رَحل، رَحَلَ بمعنی اونٹ پر پالان کسنا (مف) اور بمعنی کوچ کرنا۔ سوار ہونا۔ اور رحل بمعنی سفر میں ساتھ رہنے والا سامان (منجد) "رَحَلَ کا لفظ سفر پر روانہ ہونے کے لیے بولا جاتا ہے (م۔ل) فرمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَسْفَلَ مِنْكُمْ (۸/۴۲) تھا۔

ماحصل: (۱) سَیَّارَۃ: ہم سفر لوگ۔ پیدل ہوں یا سوار۔ یہ لفظ عام ہے۔
(۲) عِیْر: غلہ بردار قافلہ۔ (۳) رکب: شتر سوار یا گھڑسوار قافلہ

۳ ـــــــ قبر

کے لیے قَبْر، مَرْقَد اور جَدَث کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَبْر: بمعنی میت کو زمین میں دفن کرنے کی جگہ۔ معروف لفظ ہے (ج قبور) اور مقبرہ بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے (ج مقابر) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ (۹/۸۴) — اور ان منافقوں میں سے اگر کوئی مر جائے تو کبھی بھی ان کی نماز (جنازہ) مت پڑھو اور نہ ان کی قبر پر (دعا کے لیے) کھڑے ہو۔

۲۔ مَرْقَد: رَقَدَ بمعنی ہلکی اور لمبی نیند سونا۔ اور مَرْقَد بمعنی ایسی نیند سے آرام کرنے کی جگہ۔ آرامگاہ خوابگاہ۔ قبر کے لیے یہ لفظ مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ کافر قیامت کی سختیوں کے مقابلہ میں قبر کی سختی کو آرام سے تعبیر کریں گے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۳۶/۵۲) — کافر کہیں گے ہائے افسوس ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے جگا دیا؟

۳۔ جَدَث: جدث اور قبر میں گو کسی اہل لغت نے فرق نمایاں نہیں کیا۔ تاہم قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا لفظ عام ہے جبکہ جدث وہ ہے جس کے نشان بھی مٹ چکے ہوں۔ علاوہ ازیں بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ کسی کو درندہ کھا جاتا ہے۔ بعض دفعہ انسان دریا میں غرق ہو تو اسے دریائی جانور کھا جاتے ہیں۔ ہندو لوگ اپنی میت کو جلا کر اس کی راکھ گنگا میں بہا دیتے ہیں۔ جو صورت بھی ہو اس میت کے ذرات منتقل ہوتے ہوئے بالآخر زمین میں مل جاتے ہیں، تو وہی اس کی جدث ہے۔ قرآن میں جدث (ج اجداث) کا ذکر دو بار آیا ہے اور دونوں بار ایسے مواقع کے لیے آیا ہے جبکہ قبروں کے نشانات کا تصور بھی محال ہے۔ جیسے فرمایا:

یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّھُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ (۷۰/۴۳) — اس دن یہ قبروں سے نکل کر (اس طرح) دوڑیں گے جیسے (شکاری) شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں۔

اس آیت میں یوم النشور کا ذکر ہے جب سب قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں گے۔ دوسری آیت بھی ایسا ہی منظر پیش کرتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ — اور جب صور (دوسری دفعہ) پھونکا جائے گا تو یہ لوگ قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ (۲/۲۲۱) — اور مومن لونڈی مشرک آزاد عورت سے بہتر ہے، خواہ تمہیں وُہ (مشرک عورت) بھلی ہی کیوں نہ لگے۔

۳۔ رَقَبَۃ: بمعنی گردن یا اس کے پیچھے کا حصّہ یا گدّی۔ اور رَقَبَ بمعنی کسی کے گلے میں رسی یا پھندا ڈالنا۔ اہل عرب عموماً جزء اشرف بول کر اس سے کل مراد لے لیتے ہیں۔ اس طرح رَقَبَۃ سے مراد غلام لیا جاتا ہے، کیونکہ اس کے گلے میں غلامی کا پھندا ہوتا ہے ج رقاب (مف۔منجد) اور رَقَبَۃ کا لفظ مذکر و مؤنث یعنی لونڈی یا غلام دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ (۲/۱۷۷) — اور جو لوگ اپنا مال اس کی محبّت کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں خرچ کریں۔ (جالندھری)

۴۔ مِلْکُ یَمِیْن: یَمِیْن بمعنی داہنا ہاتھ یا داہنی جانب۔ چونکہ قوت اور کارکردگی کا مظاہرہ عموماً ہاتھوں سے ہی کیا جاسکتا ہے، اور ہاتھوں میں بھی داہنا ہاتھ بائیں سے اس لحاظ سے بھی افضل اور بہتر ہے۔ لٰہذا یمین کا لفظ بول کر اس سے انسان ہی مراد لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اہل عرب جزء اشرف بول کر اس سے کل مراد لے لیتے ہیں۔ اور مِلْک بمعنی وُہ چیز جس پر کسی کا قبضہ بھی ہو اور اختیار بھی۔ اور مِلْکُ یَمِیْن ہر وُہ چیز ہے جس پر کسی کا قبضہ و اختیار ہو مگر عرف عام میں اس لفظ کا استعمال بھی زیادہ تر اس لونڈی یا غلام پر ہونے لگا جو جنگ کے بعد بطور غنیمت حصّہ میں ملا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (۴/۲۴) — اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وُہ جو (اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضہ میں آجائیں۔

ماحصل: (۱) عَبْد: غلام۔ (۲) اَمَۃ: لونڈی۔ (۳) رَقَبَۃ: غلام یا لونڈی۔ خواہ کسی طور سے ہاتھ آئے (۴) مِلْکُ یَمِیْن: وُہ لونڈی یا غلام جو بطور غنیمت ملا ہو۔

لیٹنا ــــــ دیکھئے "سونا"

۱۶ ــــــ لینا

کے لیے اَخَذَ اور تَلَقّٰی اور ھَآؤُمُ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَخَذَ: بمعنی کسی چیز کو حاصل کر لینا۔ احاطہ میں لے لینا۔ پکڑنا (مف) اور اس کا استعمال حسی اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (۳/۸۱) — اور جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَمَّا سَکَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ اَخَذَ — اور جب موسٰی کا غصّہ فرو ہوا تو (تورات کی) تختیاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماحصل: (۱) کَثِیر: اس کا استعمال عام ہے۔ کسی بھی چیز میں تعداد یا مقدار کی زیادتی۔

(۲) جَمّ: کسی چیز کا کثیر مقدار میں ایک جگہ جمع ہونا۔

(۳) مَرْکُوم: تہ بر تہ ہو کر ڈھیر لگ جانا۔

(۴) لِبَد: کسی چیز کے بکھرے ہوئے اجزاء کا ایک جگہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جانا۔

(۵) رغد: صرف طعام اور رزق کی فراوانی کے لیے

(۶) غدق: پانی کی فراوانی کے لیے جبکہ وُہ مفید بھی ہو۔

(۷) ثجاج: کثیر مقدار میں پانی موسلا دھار برسنے اور بہنے کے لیے۔

(۸) موفور: پُورا ہونے کے علاوہ کچھ اضافہ کے لیے آتا ہے۔

واقعات کے لیے دیکھیے "کہانیاں"۔

۲ — والا — والے

کے لیے اصحٰب[۱]، آل[۲]، اَھْل[۳]، ذُو[۴] اور اُولو کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَصْحٰب (واحد صاحب) بمعنی ایک طویل مدت تک ساتھ رہنے والا یا ساتھ دینے والا۔ خواہ یہ مصاحبت کسی انسان سے ہو یا حیوان سے یا مکان سے یا زمان سے۔ گو اس لفظ کا استعمال لغوی لحاظ سے معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ تاہم بالعموم اس کا استعمال بدنی مصاحبت سے متعلق ہے۔ جیسے اصحاب کہف، اصحاب الرّس، اصحاب السّبت، اصحاب الفیل، اصحٰب القبور۔ اصحاب السّفینۃ۔ وغیرہ۔

۲۔ آل کا لفظ صرف کسی معروف ہستی اور شرفاء کی طرف مضاف ہو کر آتا ہے۔ جیسے آل محمّدؐ، آل ابراہیم، آل عمران، آل فرعون تو کہہ سکتے ہیں مگر آلِ خیاط نہیں کہہ سکتے (مف۔ منجد) اور آل میں وُہ تمام لوگ شامل ہوتے ہیں جو اس شریف ہستی کو شریف سمجھتے اور اس سے ذہنی یگانگت رکھتے ہوں۔ گویا آلِ محمّدؐ سے صرف آں حضرتؐ کے خاندان والے ہی مراد نہیں۔ بلکہ وُہ لوگ بھی شامل ہیں جنھیں علم و معرفت کے لحاظ سے آپ سے خصوصی تعلق ہو۔ اسی طرح آل فرعون سے اس کے تمام اہل کار اور ذہنی لحاظ سے اس کے ہمنوا لوگ مراد ہیں۔

۳۔ اَھْل: یہ غیر ذوی العقول کی طرف بھی مضاف ہو سکتا ہے جیسے اہل البلد، (شہر والے) اھل الارض (زمین والے) اھل القرٰی (بستیوں والے) اھل البیت، اھل الکتاب، اھل الذکر اور آھل النار وغیرہ۔ اور جب یہ ذوی العقول کی طرف مضاف ہو تو اس کا معنی گھر والے بیوی۔ بچے کنبہ یا خاندان ہو گا۔ مثلاً اھل الخیّاط بمعنی درزی کے گھر والے۔ اس کے خاندان اور کنبہ کے لوگ جس میں اس کی بیوی بھی شامل ہے۔ (اھل اور آل میں مزید فرق سمجھنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تَرِبَ اور تَرِفَ : تُرَاب بمعنی خشک مٹی اور تَرِبَ بمعنی مفلسی کی وجہ سے خاک میں رُل جانا۔
ارشاد باری ہے :

اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ‎(۹۰/۱۶)‏ یا خاک میں ملے ہوئے مسکین کو کھانا کھلانا)

اور تَرِفَ بمعنی خوشحالی کی زندگی بسر کرنا۔ ایسی آسودگی اور خوشحالی جو انسان کو بدمست اور یادِ خدا سے غافل کردے۔ قرآن میں ہے :

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ‎(۲۳/۶۴)‏ یہاں تک کہ جب ہم نے ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو پکڑ لیا تو وہ اس وقت چیخنے چلانے لگیں گے۔

۴۔ جَسَّسَ اور حَسَّسَ : جَسَّسَ بمعنی کسی چیز کے اندرونی حالات معلوم کرنے کے لیے جستجو کرنا۔ عیب جوئی کرنا۔ اسی سے لفظ جاسوس ہے۔ اور جَسَّ عموماً برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔
ارشاد باری ہے :

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ‎(۴۹/۱۲)‏ اور نہ تو ایک دوسرے کے عیب تلاش کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کا گلہ کرے۔

اور حَسَّسَ بیرونی حالت معلوم کرنے کے لیے جستجو کرنے کے لیے آتا ہے اور یہ صفت محمود ہے۔ قرآن میں ہے :

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ ‎(۱۲/۸۷)‏ (حضرت یعقوبؑ نے کہا) اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔

۵۔ جَنَفَ اور حَنَفَ : جَنَفَ بمعنی کسی ایک جانب جھکنا اور کسی کی طرفداری کر جانا۔ اور یہ صفت مذموم ہے۔ قرآن میں ہے :

وَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا ‎(۲/۱۸۲)‏ اور اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی وارث کی) جانبداری کا اندیشہ ہو۔

اور حَنَفَ بمعنی ہر قسم کی جانبداریوں اور میلانات سے ہٹ کر اور کٹ کر صرف ایک طرف یکسو ہو جانا۔ اور یہ صفت محمود ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ‎(۱۰/۱۰۵)‏ اور یہ کہ (اے محمدؐ سب سے) یکسو ہو کر دین (اسلام) کی پیروی کیے جاؤ۔

۶۔ حَثَّ اور حَضَّ : دونوں الفاظ ابھارنا اور انگیخت کرنا کے معنوں میں آتے ہیں۔ حَثَّ صرف سواری کو چلانے یا ہانکنے کے لیے ابھارنے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے :

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ‎(۷/۵۴)‏ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔

اور حَضَّ دوسری باتوں پر ابھارنے یا ترغیب دینے کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ